①

سالِ نو کا پروگرام

(فرمودہ ۳؍جنوری ۱۹۳۶ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

مجھے ابھی تک گلے کی تکلیف سے آرام حاصل نہیں ہؤا اور آج سر میں درد بھی ہے اس لئے کوئی لمبا خطبہ بیان نہیں کر سکتا اختصاراً بعض باتیں بیان کر دیتا ہوں۔ سب سے پہلے یہ اعلان کرتا ہوں کہ چونکہ جلسہ کا کام اور رمضان ختم ہو چکا ہے اس لئے اِس ہفتہ سے اتوار کے روز سے حسبِ معمول درس شروع ہو جائے گا۔ ہفتہ کے روز مستورات کا درس ہوتا ہے، مردوں کا نہیں ہوتا۔ پس اتوار سے مردوں کا درس شروع کیا جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں بعض دفعہ مبلّغوں کے آنے جانے پر پارٹیاں ہوتی ہیں۔ میں نے بہت دفعہ دیکھا ہے کہ منتظمین غلطیاں کرتے ہیں۔ کئی دفعہ اصلاح کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے مگر پھر وہی غلطیاں ہوتی ہیں۔ اِس کی بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ غلطی کے بعد وہ پوری کوشش کرتے ہیں کہ ہم کو سزا نہ ملے اور چونکہ وہ سزا سے بچ جاتے ہیں اِس لئے پھر اُسی غلطی کے کرنے میں انہیں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوتی۔ سزا انسانی ترقی کیلئے ضروری ہوتی ہے اس لئے جب غلطی ہو تو انسان کو اس کا خمیازہ بھگتنے کیلئے خود کو تیار کرنا چاہئے۔ جب تک یہ روح پیدا نہ ہو غلطیوں کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ ایسے مواقع پر منتظمین بعض ایسی حرکات کرتے ہیں جو دنیا کے عام مروّجہ طریق کے لحاظ سے بھی نہایت ناپسندیدہ اور ناشائستہ ہوتی ہیں۔ مثلاً آج ہی ایک واقعہ ہؤا ہے۔ بعض مبلّغین کے جانے پر مدارس کے طلباء نے ایک پارٹی کا انتظام کیا۔ ایسی پارٹیوں کو میں نہ صرف یہ

کہ ناپسندیدہ نہیں سمجھتا بلکہ جماعت کے اندر قربانی اور اِس کی قدر کا جذبہ پیدا کرنے کیلئے اِن کو مفید سمجھتا ہوں لیکن ہر چیز خواہ کتنی مفید کیوں نہ ہو اُس کیلئے بعض قواعد ہوتے ہیں جن کی پابندی ضروری ہوتی ہے۔ اِس پارٹی کے متعلق جب مجھ سے دریافت کیا گیا تو منتظمین کی سہولت کو مدّنظر رکھتے ہوئے میں نے کہہ دیا کہ تین جنوری کو صبح یا شام جو وقت بھی مقرر ہو جائے میں آ جاؤں گا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ صبح کی یا شام کی میں قید نہیں لگاتا جس وقت بھی سہولت ہو کر لی جائے۔ لیکن اِس کا یہ مطلب کوئی عقلمند بھی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ میں اُس دن صبح سے شام تک تمام کام چھوڑ کر بیٹھا رہوں گا کہ وہ جب چاہیں بُلا لیں۔ منتظمین کیلئے مناسب تھا کہ وہ صبح کا یا شام کا کوئی وقت مقرر کر کے مجھے اطلاع دے دیتے۔ یہ گفتگو یکم کو ہوئی تھی اور اِس کا جواب مجھے اگر دیر سے بھی ملتا تو دو کی صبح کو مل جانا چاہیئے تھا۔ دو تاریخ کو جلسہ کے انتظام کے متعلق رپورٹیں وغیرہ پڑھنے کیلئے مردوں کا اجتماع ہوا اور اُس دن چونکہ سیّد ناصر شاہ صاحب کی وفات ہوگئی اِس لئے دوسرا یعنی عورتوں کا اجلاس نہ ہو سکا اور زنانہ انتظام کے متعلق رپورٹوں وغیرہ کا پڑھا جانا ملتوی کر دیا گیا۔ اس کے متعلق اُنہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا کل دس بجے اس کیلئے پروگرام رکھ لیا جائے؟ چونکہ اُس وقت تک اس پارٹی کے متعلق مجھے کوئی اطلاع نہیں ملی تھی اور میں اس کے انتظار میں تمام دن فارغ بھی نہیں بیٹھ سکتا تھا اس لئے میں نے انہیں اجازت دے دی کہ کل دس بجے کا وقت رکھ لو۔ لیکن آج ساڑھے نو بجے کے قریب پارٹی والوں کا آدمی آیا کہ چلیے پارٹی میں۔ میں نے کہا کہ مجھے تو اِس کی کوئی اطلاع نہیں۔ تو اُس نے جواب دیا کہ آپ نے جو کہا تھا کہ خواہ صبح رکھ لو خواہ شام، میں آ جاؤں گا۔ اب یہ تو صحیح ہے کہ میں نے یہ کہا تھا لیکن وقت مقرر کر کے مجھے اِس کی اطلاع دی جانی چاہیئے تھی تا کہ میں باقی وقت کام پر لگا سکتا۔ یہ کسی طرح بھی ممکن نہ تھا کہ میں صبح اُٹھتے ہی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہتا کہ کوئی آدمی آئے گا کہ چل کر چائے پیئو اور میں اُس کے ساتھ اُٹھ کر چل پڑوں گا۔ میرے کام میں تو اگر ایک دن کا بھی ناغہ ہو جائے تو کئی کئی دن تک اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے اور اتنا کام ہوتا ہے کہ روزانہ ۱۴، ۱۵ گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے۔ پس یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ وہ جب چاہیں مجھے بُلا لیں۔ میرے پاس جو آدمی آیا میں نے اُسے یہ جواب دیا کہ ساڑھے نو بجے آپ آئے ہیں دس بجے ان کا وقت ہے اس لئے میں آپ لوگوں کو صرف

۲۵ منٹ دے سکتا ہوں۔ یہ جواب لے کر وہ گیا اور پچیس منٹ کے بعد پھر آیا کہ ہم نے زنانہ جلسہ کی منتظمات سے فیصلہ کر لیا ہے وہ اپنے وقت میں سے پچیس منٹ ہم کو دیتی ہیں۔ میں نے کہا ان کا کوئی اختیار نہیں کہ میرا پروگرام تجویز کریں۔ اب صرف پانچ منٹ باقی رہ گئے ہیں اگر چاہو تو یہ ہو سکتا ہے کہ میں جاؤں اور دعا کر کے آ جاؤں۔ یہ جواب لے کر وہ پھر چلا گیا اور پھر واپس آ کر کہا کہ اچھا ہم شام کو پارٹی کر لیں گے۔

اب کوئی شخص اِس بات کو معقول نہیں قرار دے سکتا کہ ڈیڑھ سَو آدمی کو ڈیڑھ دو گھنٹہ بٹھانے کے بعد یہ کہہ دیا جائے کہ صاحبان! آپ لوگ شام کو تشریف لائیں اور اب چلے جائیں۔ پہلی غلطی کے بعد منتظمین کو چاہئے تھا کہ اِس کا خمیازہ خود بھگتتے اور یا تو سارا پروگرام اور ایڈریس وغیرہ منسوخ کر کے مجھے لے جاتے کہ اصل چیز دعا ہی ہے دعا کروا لیتے اور یا عقل سے کام لیتے اور ان مہمانوں سے کہہ دیتے کہ ہم سے غلطی ہوئی۔ ہمیں بڑی خوشی ہوتی اگر خلیفۃ المسیح شریک ہو سکتے مگر چونکہ ہماری غلطی کی وجہ سے وہ نہیں آ سکے اس لئے آیئے ہم خود ہی ایڈریس وغیرہ پڑھ کر چائے وغیرہ پی لیتے ہیں۔ یہ کوئی جہاد تو نہیں تھا کہ اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ[1] کے ماتحت امام کے بغیر نہ ہو سکتا۔ چائے بغیر امام کے بھی پی جا سکتی ہے ایک ادنیٰ سی بات کیلئے اتنے لوگوں کا اِس قدر وقت ضائع کرنا بالکل نامناسب تھا بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ اُن لوگوں کا بھی فرض تھا کہ جب دس بجتے وہ کہہ دیتے کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اب ہم جاتے ہیں تا آئندہ کے لئے اصلاح ہوتی لیکن منتظمین نے کوشش یہ کی کہ ان کی غلطی کا خمیازہ دوسرا بھگتے اور قِسم قِسم کی باتوں سے بات کو طُول دیا۔ مثلاً یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم نے فوٹو اُتروانا تھا، یہ کرنا تھا وہ کرنا تھا، حالانکہ یہ بچوں کی سی باتیں تھیں۔ اگر وہ چاہتے تو ۲۵ منٹ میں دعا بخوبی ہو سکتی تھی۔ وہ ایڈریس اور فوٹو وغیرہ سب باتوں کو منسوخ کر دیتے اور کہہ دیتے کہ چائے پی کر دعا کر لی جائے۔ یا اگر ان کو یہ پسند نہ تھا تو پھر ان ڈیڑھ سَو لوگوں کا وقت ضائع نہ کرتے اور میری شمولیت کے بغیر پروگرام کے مطابق کارروائی کر لیتے لیکن انہوں نے ان دونوں میں سے کوئی بات بھی نہ کی۔ پونے دس بجے ان کا آدمی آیا اور سَوا گیارہ بجے تک یہ بحث جاری رہی اور اِس طرح ڈیڑھ گھنٹہ تک ڈیڑھ سَو لوگوں کو وہاں بٹھائے رکھا گیا حالانکہ جمعہ کا دن تھا لوگوں نے نہانا دھونا بھی تھا پھر چھُٹی کے دن عزیز و اقارب سے

ملنا جُلنا بھی ہوتا ہے اِس کا ذکر میں نے خطبہ میں اس لئے کر دیا ہے کہ تا آئندہ اصلاح ہو۔

اس میں شبہ نہیں کہ اصرار بھی محبت پر دلالت کرتا ہے لیکن محبت میں معقولیت ہونی ضروری ہے۔ صحابہ کو رسول کریم ﷺ سے عشق تھا لیکن اگر وہ آپ کو پکڑ لیتے کہ گھر میں نہیں جانے دیں گے آپ گھر جاتے ہیں تو ہمیں تکلیف ہوتی ہے تو یہ اُن کا عشق تو کہلاتا مگر غیر معقول۔ تو محبت کو ایک حد تک ظاہر کرنا چاہئے اور پھر اپنی غلطی کی وجہ سے اسے دل میں رکھ کر احساسات کے صدمہ کو برداشت کرنا چاہئے اور سزا بھگتنی چاہئے۔ اگر آج میں چلا جاتا تو آئندہ بھی اسی طرح ہوتا اس لئے میں ایک نصیحت تو یہ کرتا ہوں کہ ایسے امور میں عقل سے کام لینا چاہئے۔ میری رائے یہی ہے کہ بہت سے جرائم معاف کئے جاسکتے ہیں مگر بیوقوفی کا جُرم معاف نہیں کیا جاسکتا۔ میری تو سمجھ میں بھی یہ نہیں آتا کہ انسان غلطی کے باوجود یہ سمجھے کہ نتیجہ ٹھیک نکلے گا اور کہ میں اِس کی سزا سے بچ جاؤں۔ شاید سزا کے لفظ سے بعض لوگوں نے بید کی بدنی سزا سمجھ لی ہے حالانکہ سزا صرف یہی نہیں بلکہ جذبات اور احساسات کی سزا بھی سزا ہی ہے۔ یہ بھی سزا تھی کہ میری شرکت کے بغیر ہی وہ پارٹی کر لیتے یا ایڈریس وغیرہ پروگرام منسوخ کر دیتے یہ جذبات اور احساسات کی سزا تھی۔ غلطی کے باوجود سزا سے بچنے کی کوشش کرنا انسان کو اخلاقی معیار سے نیچے گرا دیتا ہے اور غلطی سے بچنے کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ انسان اگر غلطی کرے تو اس کی سزا بھی بھگتے خواہ وہ سزا مادی ہو یا جذباتی۔

اِس کے بعد میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ چونکہ نیا سال شروع ہؤا ہے اور اِس کا یہ پہلا جمعہ ہے اس لئے میں پھر بعض باتوں کو دُہرا دیتا ہوں جو میرے نزدیک اہم اور ضروری ہیں۔ اوّل تو یہ کوئی میرا پروگرام خواہ وہ ایک سال میں پورا ہو خواہ چار پانچ سال میں، یہ ہے کہ کوئی ملک دنیا کا ایسا نہ ہو جس میں تابعی یعنی ایسے لوگ موجود نہ ہوں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کو دیکھا ہے۔ اِس وقت دنیا کے قریباً ایک ہزار ممالک ہوں گے اور ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ان میں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچا دیں۔ ملک کی تشریح مَیں حکومتوں کے لحاظ سے نہیں بلکہ زبان کے لحاظ سے کرتا ہوں اور مختلف زبانوں کے لحاظ سے اِس وقت شاید ایک ہزار سے بھی زیادہ ممالک ہوں گے اور ان میں سے صرف ساٹھ ستّر ہی ہیں جن تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی خبر پہنچی ہو۔ باقی ۹۰۰ سے زیادہ ابھی تک

ایسے ہیں جن تک ابھی یہ خبر نہیں پہنچی بلکہ کافی حصہ ان میں ایسے ممالک کا بھی ہے جن میں اسلام کا نام تو ممکن ہے پہنچ چکا ہو مگر تعلیم نہیں پہنچی۔ اور میرا پروگرام یہ ہے کہ ہم کوشش کریں کہ ان ممالک میں تابعی پیدا کرسکیں۔ وہ وقت تو گزر گیا جب ہم ساری دنیا کو صحابی بنا سکتے تھے مگر تابعی بنا سکنے کیلئے ابھی وقت ہے۔ صحابہ نے بیسیوں ممالک میں تابعی بنا دیئے تھے اور زبان کے لحاظ سے اگر ممالک کی تقسیم کی جائے تو سینکڑوں ممالک میں بنا دیئے تھے۔ صحابہ کے زمانہ میں ریل، تار، ڈاک وغیرہ کی سہولتیں نہ تھیں اور ان کے نہ ہونے کے باوجود جب صحابہ نے اتنا کام کیا تو کوئی وجہ نہیں کہ ان سہولتوں کی موجودگی کے باوجود ہم ان سے زیادہ کام نہ کریں۔ قربانی کی قیمت کا اندازہ رستہ کی رکاوٹوں سے کیا جاسکتا ہے۔ اگر صحابہ نے دوسَو ممالک میں تابعی بنائے تو ہم بھی دوسَو ممالک میں تابعی بنا کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کے برابر ہم نے کام کیا ہے اس لئے جب تک ان سے کئی گُنا زیادہ کام نہ کریں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے ان کی مشابہت حاصل کرلی۔

پس ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہر ملک میں تابعی پیدا کردیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کو ان تک پہنچادیں یا ان کو یہاں بُلا لیں۔ اور اگر ہم یہ کرسکیں تو یہ کام اتنا شاندار ہوگا کہ کسی نبی کے زمانہ میں اِس کی مثال نہ مل سکے گی۔ کیونکہ کوئی نبی یا مأمور آج تک ایسا نہیں گزرا جس کے تابعی تمام دنیا میں تھے۔ یہ ایک ایسی عجیب بات ہے کہ اِس کے تصوّر سے ہی میرا دل مسرت سے بھر جاتا ہے اور بجلی کی رَو کی طرف مسرت کی لہر تمام جسم میں دَوڑ جاتی ہے۔ حضرت مسیح ناصریؑ کے صحابہ شام سے چلے اور کشمیر یا مدراس تک پہنچے تھے اور اُن کا یہ کام اُس زمانہ کے لحاظ سے بہت تھا مگر پھر بھی یہ کچھ نہ تھا۔ ہم گو یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ حضرت مسیح ناصری کے پیروؤں نے تابعی بنائے یا نہیں لیکن بہرحال اُنہوں نے روم سے لے کر کشمیر تک آپ کا پیغام ضرور پہنچا دیا تھا اور باوجود اُن دقّتوں کے پہنچا دیا تھا جو اُس زمانہ میں سفر کے رستہ میں تھیں۔ لیکن ہمیں اس زمانہ میں جو سہولتیں حاصل ہیں وہ اِس امر کی مقتضی ہیں کہ ہم ان سے بہت زیادہ کام کریں۔

پس ایک تو دوست دَورانِ سال اِس امر کو مدّنظر رکھیں، اس کیلئے اپنے آپ کو وقف کریں اور چندہ تحریک جدید پر زور دیں۔ گو نقد اور وعدوں کے لحاظ سے تو اِس وقت تک یہ چندہ

گزشتہ سال کی نسبت زیادہ ہے مگر اِس لحاظ سے کمی ہے کہ گزشتہ سال اِس وقت تک جتنی جماعتیں اس میں حصہ لے چکی تھیں اُتنی جماعتوں نے اِس سال نہیں لیا۔ معلوم نہیں یہ ان کے عہدیداروں کی سُستی یا غفلت کی وجہ سے ہے یا کسی اور وجہ سے۔ جس تاریخ تک گزشتہ سال ساٹھ ہزار روپیہ بصورت نقد و وعدوں کے آیا تھا اِس سال اسی تاریخ تک اسّی ہزار آیا ہے اور بعض وعدے مجمل ہیں ان کو ملا کر پچاسی ہزار کے قریب رقم ہو جاتی ہے مگر حصہ لینے والی جماعتوں کی تعداد کے لحاظ سے اِس سال کمی ہے۔ پس دوست اِس طرف بھی توجہ کریں اور زندگیاں وقف کرنے کی طرف بھی۔ اور کوشش کریں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی تشریح کے ساتھ اسلام کی تعلیم کو ساری دنیا میں پہنچا دیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ میں نے ہندوستان میں تبلیغ کی جو سکیم بنائی ہے اور جس کے ماتحت دوستوں کو ایک ایک، دو دو یا تین تین ماہ وقف کرنے کی تحریک کی ہے اِس پر زور دیا جائے۔ ہر جماعت اپنے ہاں جلسہ کر کے ان لوگوں کی ایک لِسٹ مجھے بھجوائے جس میں درج ہو کہ کون کون دوست کتنے کتنے عرصہ کیلئے اور کِن مہینوں میں اِس میں حصہ لینے کیلئے تیار ہیں۔ پچھلے سال کی طرح ایسی اطلاع بھجوانا افراد کے ذمہ نہ سمجھا جائے بلکہ ہر جماعت اس کی فہرست مجھے بھجوائے جس طرح چندہ کی لِسٹیں بھیجی جاتی ہیں۔

احمدیت اِس وقت صحیح اسلام ہے اور اس لحاظ سے قادیان اسلام کی اشاعت کا مرکز ہے جو مکّہ اور مدینہ کے تابع ہے۔ پس اسلامی اشاعت کے اِس مرکز کے اِرد گرد احمدیت کی ترقی ضروری ہے اور ساری جماعت کے افراد کو بعینہٖ اسی طرح جس طرح تنور میں ایندھن جھونکا جاتا ہے اس میں حصہ لینا چاہیئے۔ دنیا میں سے ہندوستان، ہندوستان میں سے پنجاب اور پنجاب میں سے ضلع گورداسپور میں احمدیت کی ترقی اور مضبوطی نہایت ضروری ہے اور پھر ضلع گورداسپور کے اِرد گرد ضلع ہوشیار پور، امرتسر، سیالکوٹ اور جالندھر کے اضلاع میں احمدیت کو مضبوط کرنا ضروری ہے اور اس کے لئے مَیں امید کرتا ہوں کہ قادیان کی جماعت بھی محلّہ وار اور باہر کی جماعتیں بھی اِس قسم کی فہرستیں جلد از جلد مجھے بھجوا دیں گی۔ یہ لِسٹیں مجھے زیادہ سے زیادہ یکم اپریل تک مل جانی چاہئیں۔ ہاں جو دوست انفرادی طور پر اپنے نام دینا چاہیں وہ جلد بھیج دیں کیونکہ نیکی

کی تحریک ہونے پر اِس میں دیر نہیں کرنی چاہئے باقی جماعتیں یکم اپریل تک ایسی فہرستیں بھجوا دیں۔

یہ دو تو مذہبی باتیں ہیں اِس کے علاوہ ایک اقتصادی بات ہے۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں اِس سال کیلئے ایک پروگرام بیکاری کے دُور کرنے کیلئے بھی میرے مدّ نظر ہے۔ اس کے متعلق بہت سے مشورے حاصل ہو چکے ہیں اور سب سے پہلے اس کے ماتحت قادیان میں کام شروع کیا جائے گا جو امید ہے کہ جنوری کے آخر یا فروری تک ہو جائے گا۔ اس کے متعلق اور بھی جو دوست مشورے بھیج سکیں وہ جلد بھیج دیں اور جہاں کی جماعتیں اپنے طور پر کوئی ایسے کام جاری کر سکتی ہوں وہ کر دیں۔

اس کے ساتھ ہی تمدّنی لحاظ سے ایک اور بات بھی ہے جو زیادہ تر قادیان کے لوگوں سے تعلق رکھتی ہے اگرچہ باہر کے لوگوں کیلئے بھی ہے اور وہ یہ کہ یہاں جو لوگ باہر سے آتے ہیں اُن کو بِالخصوص عورتوں اور بیماروں کو سڑکوں کی خرابی کی وجہ سے محلوں تک پہنچنے میں بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اب کے بعض لوگوں نے تجویز کی ہے کہ اگر دو ہزار روپیہ ہو تو اسٹیشن سے محلّہ تک پختہ سڑک بن سکتی ہے اس کیلئے بھی طوعی طور پر جو دوست ایک آنہ، دو آنہ، روپیہ، دو روپیہ یا پیسہ، دو پیسہ ہی یکدم یا ماہوار دے سکتے ہوں دیتے رہیں تو اگلے سالانہ جلسہ تک یہ سڑک بن سکتی ہے اس طرح مسافروں کیلئے بہت سہولت ہو جائے گی اور محلّہ تک پہنچنے میں آسانی ہوگی۔ اس کے بعد پھر تھوڑا سا فاصلہ گھروں تک پہنچنے کا رہ جائے گا جو اللہ تعالیٰ جب چاہے گا بعد میں بن جائے گا۔

اس کے بعد میں اس امر کا ذکر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ گزشتہ سال ہمارے بعض اختلافات حکومت اور احرار دونوں سے ہو گئے تھے جن کے متعلق مَیں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ اب تک قائم ہیں اور احرار سے اُس وقت تک قائم رہیں گے جب تک وہ اپنی غلطی کو تسلیم نہ کریں اور یہ مان نہ لیں کہ جتھے بنا کر اقلیتوں کو ڈرانا اور مرعوب کرنا غلط طریق ہے۔ جب تک وہ ایسا نہ کریں جماعت کا فرض ہے کہ ہر جائز ذریعہ سے ان کا مقابلہ کریں اور ان کی مذہبی، اقتصادی اور سیاسی طاقت کو توڑیں۔ میں جماعت کے تمام افراد کو توجہ دلاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے کامیابی کا اصول یہ مقرر کیا ہے کہ سب جماعت اپنی توجہ کو اس کام کی طرف پھیر دے جس کا وہ ذمہ اُٹھائے۔ چنانچہ فتح مکہ کی طرف اشارہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ جہاں بھی ہو اور

جدھر سے بھی نکلو تمہاری توجہ مکہ کی طرف ہونی چاہئے ۲؎ ۔ پس اِس قاعدہ کے ماتحت تم کو بھی چاہئے کہ اِس امر کا خیال رکھو کہ اِن سلسلہ کے دشمنوں، ملک کے دشمنوں اور امن کے دشمنوں کی طاقت کو توڑا جائے۔ دعاؤں کے ذریعہ سے بھی، لوگوں پر ان کی حقیقت کا انکشاف کر کے بھی اور ان کے مخالفوں سے تعاون کر کے بھی۔ غرضیکہ جن ذرائع سے بھی ہو سکے ان کی طاقت کو توڑا جائے۔ باقی رہی حکومت، سو اس سے ہماری ایسی لڑائی تو نہ ہے اور نہ ہو سکتی ہے جیسی کانگرس کرتی ہے اور ہم مذہبی لحاظ سے بھی پابند ہیں کہ جس حد تک جماعت کے وقار کیلئے مُضِرّ نہ ہو حکومت سے تعاون کریں۔ اس سے تعاون کی حد بندی تو ہو سکتی ہے مگر عدمِ تعاون کسی صورت میں نہیں ہو سکتا۔ اور تعاون کی حد بھی وہی ہے جو حکومت خود قائم کر دے۔ پہلے بھی حکومت سے غلطیاں ہوتی رہی ہیں مگر پھر ازالہ کی کوشش بھی اس کی طرف سے ہوتی رہی ہے لیکن گزشتہ سال بعض افسروں نے بِالارادہ بعض ایسی حرکات کی ہیں کہ جو سلسلہ کے وقار کو سخت نقصان پہنچانے والی ہیں اور اس کے ہمارے پاس ایسے یقینی ثبوت موجود ہیں کہ کسی کے کہنے سے بھی اس کو غلط نہیں سمجھ سکتے۔ ممکن ہے زید یا بکر کو اس سے تعلق نہ ہو، ممکن ہے پنجاب گورنمنٹ اِس سے بَری ہو یا ضلع کے بعض حُکام اِس سے بَری ہوں لیکن یہ کہ سب کے سب اس الزام سے بَری ہیں یہ ایسی بات ہے جسے نہ مَیں تسلیم کرنے کو تیار ہوں اور نہ کوئی عقلمند۔ ہمارے پاس ایسے یقینی ثبوت موجود ہیں کہ ان سے انکار کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے کبوتر اپنی آنکھیں بند کر کے سمجھ لیتا ہے کہ اب بلی مجھ پر حملہ نہیں کرے گی۔ ہمارا اپنا طریق یہ ہے کہ اگر ہم سے غلطی ہو جائے تو ہم اس کا اعتراف کر لیتے ہیں اور ہمارے ریکارڈ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم نے کبھی اِس میں تأمّل نہیں کیا۔ حتّٰی کہ احرار کے خلاف بھی اگر کوئی غلط بات شائع ہوئی تو ہم نے اس کی تردید کر دی اور ایسے ہی اخلاق کی ہم حکومت سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے آئندہ کے لئے یقین دلائے کہ ایسا نہیں ہوگا۔ حکومت کے بعض افسروں کی طرف سے جماعت کے اخلاق اور اس کی دیانت پر حملے کئے گئے ہیں اور حکومت نے اِس کی تردید نہیں کی اِس لئے فضا کی موجودہ خاموشی سے یہ مطلب ہرگز نہیں سمجھنا چاہئے کہ اِن سب باتوں کا تصفیہ ہو چکا ہے۔ ابھی تک کوئی تصفیہ نہیں ہوا اور نہ ہی اُس وقت تک ہو سکتا ہے جب تک ایسی حرکات کرنے والوں کو سزائیں نہ دی جائیں۔ خواہ اِس پر سَو سال گزر جائیں، خواہ

دو سَو سال۔ ہماری جماعت اخلاقی جماعت ہے اور اخلاقی لحاظ سے میں عفو کو ضروری سمجھتا ہوں اور شاید اسی خیال کے ماتحت ایسے افسروں میں سے ایک نے جس سے ہمیں بہت سی شکایات ہیں ایک شخص سے ذکر کیا ہے کہ وہ مذہبی لیڈر ہیں اور مجھے امید تھی کہ وہ ان باتوں کو بھُول جائیں گے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس کا یہ مطالبہ جائز ہے اور اگر میں اسے پورا نہ کروں تو میں مجرم ہوں گا، خدا کے سامنے بھی اور بندوں کے سامنے بھی۔ لیکن عفو اور بیوقوفی کے مابَین ایک حدِّ فاصل ہے عفو کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص غلطی کرتا ہے اور پھر نادم ہے۔ یا پھر اس غلطی کا اثر افراد پر ہے مگر بعض غلطیوں کا اثر اقوام پر پڑتا ہے بلکہ آئندہ نسلوں پر بھی پڑتا ہے اور ایسے امور میں عفو سے کام لینا بیوقوفی اور حماقت ہوتی ہے۔ ہاں اگر ایسے لوگ معافی طلب کرتے اور ندامت کا اظہار کرتے تو ان کا یہ مطالبہ جائز ہوسکتا تھا اور ایسی صورت میں ہمارا طریق یہی ہے کہ اِس بات کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اِس کی تازہ مثال بھی موجود ہے۔ حکومتِ پنجاب سے ایک غلطی ہوئی اور اُس نے اِس کا اعتراف کرلیا۔ اس کے بعد ہم نے پھر کبھی اسے اِس رنگ میں نہیں دُہرایا اور نہ اب ہی میں اس کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ ہم نے حکومت کے اعتراف کو قبول کرلیا اور اِس بات کو دل سے نکال دیا۔ اب میں بھی اس کا ذکر اس رنگ میں نہیں کررہا ہوں کہ ہمیں اس کے متعلق حکومت سے شکوہ ہے۔ ہاں باقی امور میں بھی ہم حکومت سے اسی شریفانہ طریق کی امید کرتے ہیں۔

اِس واقعہ کے بعد متواتر بعض افسروں نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ جماعت پر یہ سراسر جھوٹا الزام لگایا گیا کہ اِس نے بعض جلسوں میں حکومت کے افسروں کو گالیاں دی اور حرامزادہ کہا حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہوُا۔ ہاں اگر کسی منافق سے خودبخود کہلوایا گیا ہو تو جماعت اِس کی ذمہ دار نہیں ہوسکتی اور جماعت کی طرف اِسے منسوب کرنے والا ظالم ہے۔ یہ جماعت پر اخلاقی حملہ ہے اور ایک مذہبی جماعت کیلئے نہایت اہم سوال ہے اور جب تک یہ الزام قائم ہے کہ ہم نے کسی کو حرامزادہ کہا یا ایسے شخص کی گالی کو پسند کرلیا ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے یہ الزام شائع کیا ہماری صلح ہرگز نہیں ہوسکتی۔

اِسی طرح جماعت پر یہ الزام لگایا کہ وہ حکومت سے بغاوت کے راستہ پر جارہی ہے حالانکہ حکومت سے وفاداری ہم پر احمدیت کی رو سے فرض ہے۔ اور اس الزام کے گویا یہ معنی ہیں

کہ ہم احمدیت سے نکل گئے ہیں اور جب تک اِس الزام کی تردید نہیں کی جاتی ایسا کہنے والوں کے ساتھ سَو سال تک بھی ہماری صلح نہیں ہوسکتی۔ ہاں یہ میں کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمارا یہ اختلاف حکومتِ پنجاب کے بعض افسروں سے ہے اسے دیکھ کر بعض انگریز دوستوں کو یہ شک گزرا ہے کہ شاید جماعت حکومتِ برطانیہ کی ہی مخالف ہوگئی ہے لیکن یہ خیال صحیح نہیں۔ اختلاف صرف حکومتِ پنجاب کے بعض افسروں سے ہے اور ان کے خلاف پروٹسٹ بغاوت نہیں کہلا سکتا۔ اور جو شخص اس پروٹسٹ کو بغاوت قرار دیتا ہے وہ دنیا میں غلامی پھیلانا چاہتا ہے اور جو حکومت ہم سے یہ امید رکھے کہ ہم اس کے غلام ہوکر رہیں گے وہ اسے کبھی پورا ہوتے نہیں دیکھ سکے گی۔ ہم خدا کے غلام ہیں اور کسی انسان کی غلامی کبھی کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ یہ کوئی مت خیال کرے کہ ہم تھوڑے ہیں اور کوئی حکومت ہمیں کُچل سکتی یا پراگندہ کرسکتی ہے۔ ہم بے شک تھوڑے ہیں اور کمزور ہیں مگر ہمارا تعلق اُس ہستی کے ساتھ ہے جس کے ہاتھ میں تمام بڑے بڑے اور طاقتور لوگوں کی گردنیں ہیں۔ پھر اگر مَیں اسلام کی اشاعت اور ترقی کو اپنی ذات سے وابستہ سمجھتا تو مجھے ڈر ہوسکتا تھا کہ حکومت مجھے پکڑ لے گی تو یہ کام کس طرح ہوگا؟ مگر جب میں جانتا ہوں کہ مَیں ایک کیڑے سے بھی حقیر تر ہوں اور جو کچھ ہو رہا ہے وہ خدا خود کر رہا ہے تو پھر مجھے کیا پرواہ ہوسکتی ہے۔ اگر میں نہ رہونگا تو وہ تار جو میرے اندر کام کر رہی ہے کسی دوسرے کے ساتھ جا لگے گی۔ پس جب تک ان لوگوں کو جنہوں نے ہم پر ظلم کئے یا تو سزا نہیں دی جاتی یا وہ معافی نہیں مانگ لیتے ہماری حکومت سے صلح نہیں ہوسکتی اور میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ غافل جماعتوں کی طرح، ذلیل ہونے والی جماعتوں کی طرح اور تھوڑی دُور چل کر تھک کر بیٹھ جانے والی جماعتوں کی طرح اِس خاموشی سے یہ خیال نہ کرے کہ ان باتوں کا تصفیہ ہو چکا ہے اِن کا تصفیہ نہیں ہؤا اور جب بھی ایسا موقع آئے گا جب حکومت کو ہمارے تعاون کی ضرورت ہوگی اور مذہب ہمیں اختیار دیتا ہوگا کہ چاہے تعاون کریں چاہے نہ کریں ہم کہیں گے کہ ہم تعاون کرتے ہیں مگر پہلے تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا جائے اور ان الزامات کا فیصلہ کرایا جائے۔ یہ کوئی سیاسی سوال نہیں یہ حملہ مذہبی ہے اور ہمارے عقیدہ کے خلاف ہے۔ ہمیں افسروں کو گالیاں دینے والا اور بغاوت کرنے والا بتایا گیا ہے اور اِن باتوں سے ہمارا چڑنا بتاتا ہے کہ ان امور کے متعلق ہمارے احساسات نہایت شدید ہیں

اور ہم اِن باتوں سے سخت بیزار ہیں اور ہم پر یہ الزامات لگانے والوں کو خواہ وہ چھوٹے افسر ہوں خواہ بڑے خدا کے سامنے بھی اور انسانیت کے سامنے بھی جواب دینا پڑے گا۔ اور جیسا کہ میں نے پہلے بھی بیان کیا ہے اِس حکومت کے سامنے اگر ہمارے پروٹسٹ کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو خدا کی طرف سے ضرور اِن کی گرفت ہوگی۔ زمین پر بھی اور آسمان پر بھی ان کیلئے سزا مقدر ہے جو ضرور مل کر رہے گی۔ ہاں اگر شرفاء کی طرح وہ غلطی کا اعتراف کرلیں تو اور بات ہے۔

ان باتوں سے حکومت انکار کرتی ہے مگر یہ بالکل صحیح ہیں۔ ہمیں بعض ذمہ دار افسروں نے بتایا ہے کہ اِس قسم کے سرکلر آئے ہیں۔ یہ ہم مان سکتے ہیں کہ انکار کرنے والے واقعات سے ناواقف ہیں مگر یہ صحیح نہیں کہ وہ واقعات ہوئے ہی نہیں۔ اگر بعض افسر انکار کرتے ہیں تو ہم ان کو سچا مان لیتے ہیں مگر یہی کہیں گے کہ ان کو واقعات کا علم نہیں لیکن یہ کہ ایسا ہؤا ہی نہیں ہم کبھی بھی ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ پس جب تک ان الزامات کی تردید نہیں ہوتی ایسے لوگوں سے ہماری صلح سَو سال تک بھی نہیں ہوسکتی۔ ایک مذہبی جماعت کس طرح اخلاقی اور مذہبی حملہ کی برداشت کرسکتی ہے۔ اگر حکومت نے ہماری زمینیں چھین لی ہوتیں یا کوئی اور ذاتی نقصان پہنچایا ہوتا تو ہم خاموش رہ سکتے تھے لیکن اِن باتوں کی موجودگی میں ہرگز چُپ نہیں رہ سکتے کیونکہ یہ جماعت کے اخلاق اور اس کی دیانت پر حملے ہیں۔ اسی طرح مسٹر کھوسلہ[۳] نے جو فیصلہ لکھا ہے اس کے متعلق ہائی کورٹ کے جج نے یہ لکھا ہے کہ اس میں بعض باتیں ایسی ہیں کہ جن پر میں اِس وجہ سے بحث نہیں کرسکتا کہ حکومت نے ملزم کی سزا میں اضافہ کیلئے اپیل نہیں کی۔ گویا ان کا ازالہ اِس وجہ سے نہیں ہوسکا کہ حکومت نے اس میں رُکاوٹ پیدا کردی اس لئے اِس کی ذمہ وار حکومت ہے اور اسی کا فرض ہے کہ اس کا ازالہ کرے۔ اسے چاہیئے کہ یا تو ایک آزاد کمیشن بٹھا کر ان کا فیصلہ کرائے اور یا پھر ہم خود اِن کا ازالہ کریں گے۔ اور اس صورت میں اگر حکومت کی یا اس کے جج کی سُبکی ہو تو اس کی ذمہ داری بھی اسی پر ہوگی۔ ہائی کورٹ کے جج نے تسلیم کیا ہے کہ چونکہ سزا میں اضافہ کا سوال نہیں اِس لئے وہ بعض امور پر بحث نہیں کرسکتے گویا موجودہ صورت میں ہم پر جو بعض اعتراضات قائم ہیں وہ حکومت کے رویہ کی وجہ سے ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ ان کی تردید کریں۔ اور جیسا کہ ہمارا طریق ہے ہم اس کے متعلق لٹریچر شائع کریں گے اور اس سے اگر حکومت کی سُبکی ہو یا اسے بُرا

لگے تو اس کی ذمہ داری اسی پر ہوگی۔ حکومت کے اپنے ریکارڈ اِس امر پر گواہ ہیں کہ یہ باتیں غلط ہیں اور ہم انہیں غلط ثابت کریں گے اور ان باتوں کو کبھی بھی چھوڑ نہیں سکتے۔ ہم اپنے مال، اپنی جانیں، اپنی اولادیں اور دیگر اشیاء کو حکومت کیلئے قربان کر سکتے ہیں مگر جہاں اسلام اور سلسلہ کی عزت کا سوال پیدا ہوگا ہم کسی قربانی سے پیچھے نہیں ہٹیں گے اور اس کے مقابلہ میں ہماری جانیں، ہماری عزتیں، ہمارے مال، ہمارا امن وسکون اور وطن کی محبت غرضیکہ کسی چیز کی بھی کوئی وقعت ہماری نظروں میں نہیں ہوگی اور ہم ہر چیز کو قربان کر کے سلسلہ کی عظمت کو قائم کریں گے۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہی غلط واقعات احرار برابر دُہراتے چلے جاتے ہیں اور حکومت خاموش ہے حالانکہ حکومت کے ریکارڈ سے ان کی تردید ہوتی ہے۔ پس یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ان سب باتوں کے باوجود ہم اس لئے چُپ رہیں کہ حکومت خوش ہو جائے۔ جہاں خدا کی خوشی کے مقابلہ میں حکومت کی خوشی کا سوال آجائے گا ہم حکومت کی خوشی کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں کریں گے۔ پس چونکہ آج نئے سال کا پہلا جمعہ ہے میں نے یہ بات واضح کر دی ہے تا دوست موجودہ خاموشی سے یہ نہ سمجھ لیں کہ سب باتیں طے ہوگئی ہیں وہ نہ آج طے شُدہ ہیں اور نہ کل ہوں گی اور اگر تم کسی وقت بھی ان کو طے شُدہ سمجھو گے تو بے غیرت ہو جاؤ گے اور میری تمہارے لئے اور اپنی اولاد کیلئے بھی یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بے غیرتی سے بچائے اور قربانیوں کی توفیق دے۔ میں تو یہ پسند کروں گا کہ میرا ایک ایک بچہ مر جائے اور مَیں بے نسل رہ جاؤں بجائے اِس کے کہ سلسلہ کی عزت کے سوال کے موقع پر وہ بے غیرتی دکھائے۔

پس یہ خاموشی اور وقفہ تمہارے کام اور اغراض کو تمہاری نظروں سے اوجھل نہ کر دے۔ خوب یاد رکھو کہ خدا کے سلسلہ کی ہتک کی گئی ہے اور تمہارا فرض ہے کہ جان و مال اور عزت و آبرو سب کچھ قربان کر کے اسے قائم کرو اور میں مخلصینِ جماعت سے امید رکھتا ہوں کہ وہ ایسا ہی کریں گے مگر ان کا طریق وہ نہ ہوگا جو مذہب یا دیانت وامانت کے خلاف ہو۔ وہ فساد اور قانون شِکنی ہرگز نہیں کریں گے اور دونوں حدوں کو قائم رکھتے ہوئے اُس وقت تک کام کریں گے جب تک اس ہتک کا ازالہ نہیں ہو جاتا اور سلسلہ کی عزت قائم نہیں ہو جاتی۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی نظروں میں اس کی عزت ہے لیکن ہمارا فرض ہے کہ دنیا کی نظروں میں بھی اس کی عزت قائم کریں ورنہ

ہماری تبلیغ میں رُکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

(الفضل ۱۱؍ جنوری ۱۹۳۶ء)

۱؎ **بخاری کتاب الجهاد والسير باب يقاتل من وراء الامام و يتقى به.**

۲؎ **وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وَجُوْهَكُمْ شَطْرَهُ (البقرة:۱۵۱)**

۳؎ مسٹر جی۔ ڈی کھوسلہ